

*Karbala and Calvary*

کَشَّتِ کَرْبَلَا کَوَّهَ کَلَوْرِي

عَلَامَةُ بَرَكَاتِ اَللّٰهِ

Barakat Ullah. M.A

1937

# Kerbela & Calvary

## The Comparison of Sacrifice Jesus Christ & Imam Hussein

By

The Late Allama Barakat Ullah (M.A)

Fellow of the Royal Asiatic Society London

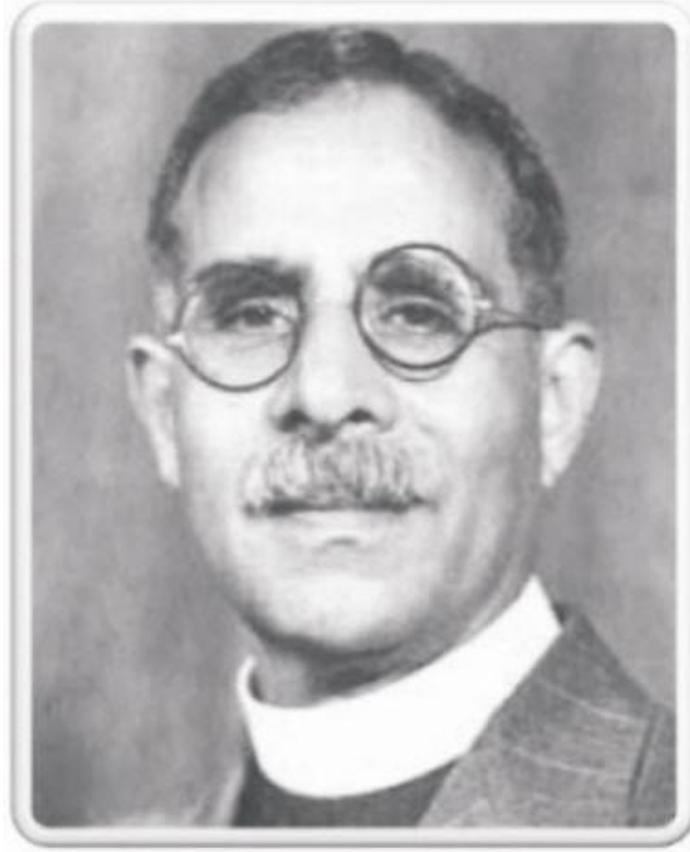
دشت کربلا اور کوہ کلوری

جس میں

جناب مسیح اور جناب امام حسین

کی قربانی کا موازنہ کیا گیا ہے۔

علامہ برکت اللہ صاحب



**Ven'ble Archdeacon Barakat Ullah**  
**M.A.F.R.A.S**  
**1891-1971**

## دشتِ کربلا اور کوہِ کلوری

زمانہ کی گردش میں اسلامی قمری مہینوں کے تقرر کی وجہ سے بہت سالوں کے بعد ایسا اتفاق بھی رونما ہو جاتا ہے کہ ایک ہی ماہ کے اندر مشرقی ممالک میں واقعاتِ کربلا اور کلوری کی یاد منائی جاتی ہے۔ اور اہل تشیعہ قتلِ حسین کا ماتم اس وقت کرتے ہیں جب کل عالم کے مسیحی بھی اپنے نجات دینے والے کی زندگی کے آخری ہفتہ کی پُر غم داستان کو تازہ کرتے ہیں۔

(۱)

سانحہ کربلا کے واقعات مختصر آئیہ ہیں کہ جب یزید تختِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے اہل مدینہ کو بیعت کے لئے کہا بھیجا۔ لیکن امام حسین نے انکار کر دیا اور مکہ چلے گئے۔ اہل کوفہ نے آپ کو لکھا کہ آپ آل رسول ہیں۔ آپ کی موجودگی میں کسی کا حق نہیں کہ خلافت کا دعویٰ کرے۔ کوفہ ان دنوں میں عظیم الشان شہر تھا، اور اس میں اتنی طاقت تھی کہ جس کے ساتھ ہو جانا اس کی فتح یقینی تھی۔ بصرہ سے بھی پوری امداد کی توقع تھی۔ پس امام حسین نے کوفہ جانے کا قصد کر لیا۔ عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عباس نے رائے دی کہ کوچ نہ کیا جائے۔ ابن عمر نے سمجھا کہ خدا نے رسول عربی کو دنیا اور آخرت کے اختیار کرنے میں مختار کیا تھا۔ انہوں نے آخرت کو اختیار کیا تھا آپ ان کے لختِ جگر ہیں۔ آپ بھی دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو ہی اختیار کریں۔ لیکن امام صاحب نے عراق کی طرف جانے کا مصمم ارادہ کر لیا اور ۱۰ ذی الحجہ ۵۹ھ کے روز معہ اہل بیت کے ۷۲ افراد (مرد عورت اور بچے اور ۱۴۰ فوجی جوانوں کے عراق کی طرف کوچ کیا۔

ادھر یزید نے عراق کے گورنر عبید اللہ ابن زیاد کو حکم دیا کہ امام حسین سے جنگ کرے۔ اس نے عمر بن سعد بن ابی وقاص کو جرنیل مقرر کر کے بھیجا۔ اہل کوفہ خائف و ہراساں ہو گئے اور جن لوگوں نے آپ کو خلیفہ بننے کی دعوت دی تھی وہی اب یزید کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ جب امام صاحب آگے بڑھے تو عرب کا مشہور شاعر فرزدق آپ کو ملا آپ نے اس سے پوچھا کہ اہل کوفہ کا کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں ان کی تلواریں آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہیں اور قضا کا فیصلہ آسمان کے ساتھ ہے۔

یزیدی لشکر نہ صرف کوفہ میں بلکہ اطراف کے تمام ناکوں اور گھاٹیوں پر پھیل گیا تھا۔ تاکہ امام صاحب کوفہ میں داخل نہ ہو سکیں۔ جب امام کربلا کے ریگستان میں پہنچے جو کوفہ سے دس میل کے فاصلہ پر لبِ محرات واقع ہے تو عمر بن سعد آگے بڑھا۔ اس نے امام حسین کو یہ کہہ کر سمجھایا کہ آپ کے والد سے بھی خلافت نہ ہو سکی۔ اور ان کی زندگی جھگڑوں اور خروشوں میں ہی کٹی، آپ یزید کی جرار فوج سے مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ یہ سن کر امام حسین نے جواب دیا کہ خونریزی سے بچنے کے لئے میں تین باتیں پیش کرتا ہوں یا مجھ کو مکہ واپس جانے اور رہنے کی اجازت دی جائے تاکہ بقیہ زندگی عبادتِ الہی میں صرف کروں۔ یا کسی دوسرے ملک کو چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ یا مجھ کو خود مشق میں یزید کے پاس جانے کی اجازت ملے۔ عمر بن سعد نے کہا میں ان باتوں کی اطلاع عراق کے گورنر کو کر دیتا ہوں۔ پس کئی روز تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ آخر ابن زیاد نے جواب دیا کہ جب تک حسین پہلے میرے ہاتھ پر یزید کی بیعت نہ کر لے۔ اس وقت تک گفتگو بیکار ہے۔ اور ساتھ ہی عمر بن سعد کو ڈانٹا کہ میں نے تجھے حسین کا سر لانے کے لئے

بھیجا تھا نہ کہ مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے، اور یہ حکم بھی لکھ بھیجا کہ دریائے فرات پر فوراً قبضہ کر لیا جائے، اور حضرت امام حسین اور اس کے اہل بیت کو پیا سامارا جائے۔ امام حسین نے اعمداء کو مخاطب کر کے کہا کہ میں یزید کی بیت کا انکار کرنے کی وجہ سے مکہ چلا گیا تھا وہاں سے تم نے خطر پر خط لکھے اور وفد پر وفد بھیجے اور اصرار کر کے مجھے خلیفہ ہونے کے لئے کوفہ بلا یا۔ اور اب جو میں آ گیا ہوں تم میری جان لینے کے درپے ہو گئے ہو اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو نہ سہی مجھے راستہ دے دو تاکہ میں مکہ واپس چلا جاؤں۔ قیامت کے روز تم کو خود معلوم ہو جائیگا کہ خلافت کا حق کس کا تھا۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو نام سے پکارا جنہوں نے آپ کو خط لکھے تھے اور جب انہوں نے خط بھیجنے سے صاف انکار کر دیا تو آپ نے ان کے خطوط نکال کر باواز بلند سنائے لیکن دشمنوں پر ذرہ بھر اثر نہ ہوا۔

قصہ کوتاہ جنگ چھڑ گئی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ امام صاحب کے فوجی جوانوں نے میدان کارزار میں داد شجاعت دی۔ لیکن وہ معدودے چند آدمی تھے۔ یزید کی فوج کثیر تھی۔ ایک ایک کر کے سب ہمراہی مارے گئے۔ جب کوئی جان نثار باقی نہ رہا تو امام صاحب کے بیٹے، بھتیجے اور بھانجے لڑائی کے لئے نکلے لیکن وہ بھی کام نہ آئے۔ اب امام صاحب اکیلے رہ گئے ایک طرف جان نثاروں کی لاشیں پڑی تھیں دوسری طرف بھائی، بیٹے، بھتیجے، بھانجے، خون میں نہائے پڑے تھے خیمہ کی طرف عورتوں کی زبانیں پیاس کی شدت سے نکل پڑی تھیں کیونکہ ان کو پانی کا قطرہ تک نصیب نہ ہوا تھا۔ گرمی کا موسم ریگستان میں دھوپ کی تیزی خیمہ کے گرد خندق کی آگ کی لپٹ بچوں کا ایک ایک کر کے قتل ہو جانا بچپاری عورتیں ضبط نہ کر سکیں ان کی آہ و بکا کی جگر پاش آواز امام صاحب پر نہایت شاق گزرتی تھی عورتوں اور بچوں کے پاس سے بلکنے اور رونے کی آواز کو سن کر ایک قسی القلب نے کہا "تم رسول ﷺ کی اولاد ہو اب کیوں تمہارے لئے آسمان سے پانی کا قطرہ نہیں ٹپکتا؟" امام حسین سے رہانہ گیا۔ آپ نے بیساختہ اس کے حق میں بددعا کی کہ یا اللہ اس کو پیا سامارا، غرض ۱۰ محرم کے روز امام صاحب نے زرہ پہنی اور سب کو گریاں اور نالاں چھوڑ کر میدان جنگ میں آئے اور بیٹھار لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ آپ کے جسم پر بھی تلواروں اور نیزوں کے ۳۵ زخم آئے۔ اور تیروں کے ۳۵ زخم لگے جن سے خون بہ رہا تھا۔ بالا آخر آپ مارے گئے۔ آپ کا سر کاٹ لیا گیا۔ اور آپ کے جسم پر گھوڑے دوڑا دیئے گئے۔ کوفہ کا لشکر فتح کے شادیاں بجاتا ہوا کر بلا سے چل دیا۔ آگے آگے امام صاحب کا سر تھا جو نیزے پر لٹکا تھا پیچھے پیچھے اونٹ تھے جن کی ننگی پیٹھوں پر عورتیں تھیں جو رسیوں سے بندھی اور جکڑی ہوئی تھیں۔

## (۲)

آپ نے واقعہ کر بلا کو مختصر آسن لیا۔ اب کوہ کلوری کی جانب نظر اٹھائیں جہاں کلمۃ اللہ یعنی جناب مسیح کو صلیب دی گئی۔ یہ جانکاہ واقعہ یوں پیش آیا کہ سیدنا مسیح کی بعثت کے وقت اہل یہود قیصرہ روم کے زیر نگیں تھے لیکن وہ ہر وقت اسی کوشش میں رہتے تھے کہ جس طرح بن پڑے وہ رومی سلطنت کے پنجے سے چھڑکارا حاصل کریں۔ پس ان کے علماء اپنی صحف مقدسہ کی غلط تاویل میں کرنے لگے جن کی وجہ سے عوام الناس ایک ایسے مسیح موعود کی آمد کی انتظار کرنے لگ گئے جو تلوار قتال اور جہاد کے ذریعہ ان کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ایک خود مختار یہودی سلطنت کی بنیاد ڈالے جب انہوں نے جناب مسیح کی مقناطیسی شخصیت اور خوارق عادت معجزات کو دیکھا تو ان کے حوصلے بندھ گئے۔ ان کو از سر نو سلطنت کے خواب آنے لگے اور ان کی تمام امیدیں آپ کی ذات بابرکات سے وابستہ ہو گئیں۔

لیکن کلمۃ اللہ کی تعلیم نے اہل یہود کے علماء کی غلط کاریوں اور گمراہ کن تاویلوں کو طشت از بام کر دیا۔ اہل یہود نے کوشش کی کہ آپ کو پکڑ کر زبردستی بادشاہ بنادیں (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا رکوع ۶ آیت ۱۵) لیکن آپ نے یہ قبول نہ کیا اور ہر فرد بشر سے محبت کرنے اور الہی ابوت اور انسانی اخوت مساوات، محبت اور ایثار نفسی کی بناء پر حکم خداوندی دنیا میں قائم کرنے میں تمام عمر مشغول رہے۔

اہل یہود کے سرکردہ لیڈروں نے دیکھا کہ سیدنا مسیح عوام الناس کے جذبات کو مشتعل کرنے کی بجائے ٹھنڈا کرتے ہیں اور ان کو قتل و خون پر آمادہ کرنے کی بجائے یہ تلقین کرتے ہیں کہ "اپنے دشمنوں سے محبت کرو۔ بے عزت کرنے والوں اور ستانے والوں کے لئے دعا مانگو۔ اپنے اور اعداء کا بھلا کرو۔ جو تم پر لعنت کریں ان کے لئے برکت چاہو۔ جو تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دو، جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ سلوک کریں ویسا ہی تم بھی ان کے ساتھ سلوک کرو۔" اگر آدمی ساری دنیا کے جاہ و جلال اور سلطنت کو حاصل کر لے اور اپنی روح کا نقصان کرے تو اسے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ اے لوگو قیصر روم کے سالار حکومت چلاتے ہیں اور امراء اختیار جتاتے ہیں لیکن جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ سب کا خادم بنے اور جو تم میں اول ہونا چاہے وہ سب کا خادم بنے۔ اے لوگو جو قیصر روم کا حق ہے وہ اس کو ادا کرو اور جو خدا کا حق ہے وہ خدا کو ادا کرو۔۔۔ خبر دادا اگر تمہارا بھائی تمہارا گناہ کرے اور توبہ کرے تو اسے معاف کرو اگر وہ ایک دن میں سات دفعہ تمہارا گناہ کرے اور ساتوں دفعہ تمہارے پاس آکر کہے کہ میں توبہ کرتا ہوں تم اسے معاف کرو۔ کیونکہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو پورے دنیا کے بھی تمہارے قصور معاف نہیں کریں گے۔"

اس قسم کی تعلیم نے یہودی لیڈروں کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ سیدنا مسیح نے ان کی تاویلوں اور غلط کاریوں پر سے منافقت کا پردہ اٹھا کر انکی خود غرضانہ چالبازیوں کا پول کھول دیا۔ پس انہوں نے آپ کے خلاف باہم مشورہ کیا اور کہا کہ ہم کیا کر رہے ہیں، اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑ دیں گے تو سب لوگ اس کی تعلیم پر ایمان لا کر ہمارے دشمنوں سے محبت کریں گے اور رومی بادشاہوں کا قبضہ ہمارے ملک اور قوم پر بدستور رہیگا۔ بہتر یہی ہے کہ یہ شخص قتل کر دیا جائے تاکہ اس کی تعلیم اور اس کا نمونہ ہماری خود مختار سلطنت کے قائم ہونے میں سدراہ نہ ہوں "پس وہ موقعہ ڈھونڈنے لگے کہ آپ کو کسی نہ کسی طرح خفیہ طور پر بغیر ہنگامہ کے فریب سے پکڑ کر قتل کر ڈالیں۔ پس سازش کر کے انہوں نے خفیہ احکام جاری کر دیئے تاکہ اگر کوئی خبر پہنچائے تو آپ کو چپکے گرفتار کر لیں۔

کلمت اللہ کے حواریوں میں سے ایک جو اہل یہود کے لیڈروں کا ہم خیال تھا وہ ان کے ساتھ مل گیا۔ اس کو معلوم تھا کہ آپ آدھی رات کے وقت حسب دستور ایک باغ میں دعا کرنے میں مشغول تھے۔ جناب مسیح اس وقت جب خدا کی خلقت گہری نیند میں سو رہی تھی اکیلے تن تہا بارگاہ الہی میں نہایت دل سوزی سے دعا مانگ رہے تھے کہ "اے پروردگار میری مرضی نہیں بلکہ آپ کی مرضی پوری ہو۔" دعا مانگتے وقت آپ کا مبارک پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ ایک طرف آسمان سے ایک فرشتہ آپ کو دکھائی دیا جو آپ کو اس مشکل وقت میں تقویت دیتا تھا اور دوسری طرف آپ کا یہ شقی القلب حواری آپ کے دشمنوں کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ شور و غل کی آواز سن کر آپ کے حواری آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے آپ کی اجازت حاصل کئے بغیر گرفتار کرنے والوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا اور تلوار کا وار چلا کر ایک دشمن کا کان اڑا دیا۔ آپ نے اس کو تلوار کے استعمال سے منع کیا اور فرمایا کہ "تلوار کو میان میں رکھو کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائیں گے۔ کیا

تم نہیں سمجھتے کہ میں اپنے پروردگار سے منت کر سکتا ہوں اور وہ ستر ہزار سے زیادہ فرشتوں کی فوج میرے پاس ابھی موجود کر دیں گے۔" یہ فرما کر آپ نے ازارہِ محبت زخمی کے کان کو اپنی طاقتِ اعجازی سے اچھا کر دیا۔ جب آپ کے حواریوں نے دیکھا کہ آپ گرفتار کرنے گئے ہیں تو وہ آپ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہود کے پیشواؤں نے گرفتاری کے بعد ہی رات کے وقت اپنی کونسل کا اجلاس منعقد کیا حالانکہ رات کے وقت ایسا اجلاس خلافِ شرع تھا۔ وہاں انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ پر بغاوت کا الزام لگایا جائے تاکہ رومی گورنر آپ کو قتل کر ڈالے اور ساتھ ہی انہوں نے آپ کو کافر قرار دے کر شرعی فتویٰ بھی لگا دیا کہ آپ سزائے موت کے مستحق ہیں۔ حالانکہ فوری فتویٰ دینے کی شریعت میں سخت ممانعت تھی۔ اگلی صبح انہوں نے آپ کو باندھ کر رومی گورنر کے سامنے پیش کیا اور آپ پر بغاوت کا الزام لگایا۔ مقدمہ کی روئیداد سن کر گورنر نے آپ کو بے گناہ قرار دے دیا۔ اس پر انہوں نے اس کو ہمو کیا کہ اگر تو نے اس باغی کو چھوڑ دیا تو تیرے خلاف قیصر کے حضور شکایت کی جائے گی۔ پس مجبور اور خائف ہو کر گورنر نے آپ کو صلیب دینے کا حکم صادر کر دیا۔

موت کا حکم صادر ہوتے ہی آپ کے دشمن شادیاں بجانے لگے۔ کانٹوں کا تاج آپ کے مبارک سر پر رکھا گیا۔ آپ کو طمانچے اور مکے مارے گئے۔ آپ کے منہ مبارک پر تھوکا گیا۔ آپ کو ٹھٹھوں میں اڑایا گیا، اور ہر ممکن طور سے آپ کو بے عزت کیا گیا۔ لیکن آپ نے سب کچھ نہایت صبر و سکون اور محبت سے برداشت کیا۔ آپ کے جسم اطہر پر کوٹے لگوائے گئے۔ یہاں تک کہ آپ کی پیٹھ قیمہ ہو گئی۔ تب آپ پر صلیب لادی گئی اور کشاں کشاں آپ کو کلوری پہاڑ پر لے گئے۔ آپ کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں ٹھوکی گئیں۔ جب آپ کے ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں ٹھوکی جا رہی تھیں تو آپ نے اپنی جان کے پیاسوں کو مغفرت کا کلمہ سنایا اور ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا "اے پروردگار ان کو معاف کر دیجیے کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔" بالا آخر آپ کو مجرموں کی طرح مجرموں کے درمیان صلیب پر لٹکایا گیا۔ آپ چھ گھنٹے ایسے دردناک عذاب میں مبتلا رہے جس کے خیال ہی بدن پر روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں ایک طرف تماشائی آواز کستے تھے کہ "اس نے اوروں کو بچایا اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اب صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ اس نے خدا پر بھروسہ رکھا ہے اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اس کو چھڑائے" دوسری طرف مصلوب مجرم کے جگر خراش طعنوں کی آواز آپ کے مبارک کانوں میں پڑتی تھی۔ لیکن آپ اس جان کنی کی حالت میں ہر ایک کو دعائے خیر ہی دیتے تھے آپ نے دم واپسین تائب مصلوب مجرم کو نجات کی بشارت دی اور فرمایا کہ "آج کے دن تم میرے ساتھ فردوس بریں میں ہو گے۔" آپ کی زبان مبارک پر آخری کلمہ یہ تھا "اے پروردگار میں اپنی روح آپ کے ہاتھوں میں سونپتا ہوں۔"

(۳)

اگر دشتِ کربلا اور کوہِ کلوری کے واقعات کا مقابلہ کیا جائے تو ذیل کے امور ہم پر روشن ہو جاتے ہیں:

**اول۔** اسلامی مورخین اور بالخصوص شیعہ اصحاب نے واقعہ کربلا کو موثر بنانے کے لئے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ مرثیہ خواں اس واقعہ کو نہایت رقت آمیز الفاظ میں رنگتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات تاریخی واقعہ اور افسانہ میں تمیز کرنا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن انجیل نویس جناب مسیح کے صلیبی واقعہ کو نہایت سادہ الفاظ میں لکھتے ہیں۔ جو تصنع سے یکسر خالی ہیں۔ ان الفاظ کی خوبصورت سادگی واقعہ کی تاریخی وقعت کو دوبالا کر دیتی ہے۔ انجیل نویس شرح اور بسط کے ساتھ جناب مسیح کی زندگی کے آخری ہفتہ کے واقعات کو بیان کرتے ہیں۔ لیکن ان کے الفاظ نہ تو جذبات کو مشتعل کرنے والے ہیں اور نہ ان میں مبالغہ آمیزی اور رنگ آمیزی پائی جاتی ہے۔ ان میں نہ تو آہ و بکا ہے نہ نوحہ اور ماتم ہے نہ گریہ و زاری ہے۔ نہ اثر ریزی کی کوشش ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے کلوری کا سانحہ جانکاہ پڑھ کر انسانوں کے دلوں پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ رقت نہ تو عبارت کی خوبی کا نتیجہ ہے اور نہ رنگ آمیزی کا اور نہ جذبات کی براہِ بیخستگی کا نتیجہ ہے۔ انجیل نویسوں کی سادہ عبارت اور عام الفاظ میں وہ جادو بھرا ہے کہ گنہگاروں کے دلوں کی شقاوت اور قساوت دور ہو جاتی ہے۔ یہ تجربہ کسی ایک ملک، قوم یا زمانہ تک محدود نہیں، بلکہ ہر ملک، ہر قوم اور ہر زمانہ میں کروڑوں گنہگار اس واقعہ کو پڑھ کر اپنے گناہوں سے تائب ہو کر پروردگار کی طرف رجوع لائے ہیں۔

**دوئم۔** امام حسین کے قتل کی بناء حصول خلافت کی خواہش تھی۔ سیدنا عیسیٰ مسیح کے مصلوب ہونے کی بناء یہ تھی کہ وہ دنیاوی بادشاہ ہونا نہیں چاہتے تھے۔ آپ کے معاصر یہود ایک دنیاوی بادشاہ کی جستجو میں تھے۔ جو ان کو رومی فاتحین کے ہاتھ سے آزاد کرے اور دشمنان دین کو تلوار کے گھاٹ اتارے۔ جب انہوں نے آپ کی شخصیت اور معجزات کو دیکھا تو انہوں نے زبردستی آپ کو بادشاہ بنانا چاہا لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا اور انکو ہکا بکا چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے۔ (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا رکوع ۶ آیت ۱۵) آپ نے قیصر روم کو خراج ادا کرنے میں کچھ ہرج نہ سمجھا اور یہ تعلیم دی کہ "جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت مرقس رکوع ۱۲ آیت ۱۷)۔

جب آپ پر یہودی شاطروں نے چالبازی سے رومی گورنر کے سامنے یہ الزام لگایا کہ آپ یہودیوں کے بادشاہ ہیں تو آپ نے جواب میں صاف فرمایا "میری بادشاہت اس جہاں کی نہیں" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۸ آیت ۲۶)۔ اہل یہود نے چالبازی سے یہ الزام لگایا تھا کہ یہ شخص رومی سلطنت کے حق میں خطرناک ہے، لیکن اصل بات یہ تھی کہ آپ یہودیوں کے منشا کے مطابق بادشاہ بننے سے انکار کرتے تھے، اور درحقیقت رومی سلطنت کے لئے خطرناک نہیں تھے۔ رومی گورنر بھی یہ بھانپ گیا اور اسی نتیجہ پر پہنچا اور فیصلہ دیا "میں اس شخص میں کچھ قصور نہیں پاتا۔"

سیدنا عیسیٰ مسیح نے صاف بتلادیا کہ آپ کی بادشاہت دنیاوی بادشاہت نہیں بلکہ خالص روحانی بادشاہت ہے (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۸ آیت ۳۶-۳۷) اور یہ کہ بادشاہت جو روم، تعدی اور استبداد جلال اور قتال پر مبنی نہیں بلکہ محبت اور ہمدردی، حق اور عدل،

فروتنی اور انکساری، خدمت اور چاکری پر قائم ہے۔ (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا رکوع 18 آیت 36، انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع 11 آیت 4، رکوع 18 آیت 3، رکوع 20 آیت 25 وغیرہ)۔

**سوم۔** سیدنا عیسیٰ مسیح نے بادشاہ وقت کے خلاف لشکر کشی نہ کی بلکہ اس کے برعکس آپ کی تعلیم یہ تھی کہ "شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تمہارے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دو۔ اپنے دشمنوں سے محبت کرو، جو تم سے عداوت رکھیں، ان کا بھلا کرو جو تم پر لعنت کریں، ان کے لئے برکت چاہو، جو تمہاری بے عزتی کریں ان کے لئے دعا مانگو" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع 5 آیت 24، انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت لوقا طیب رکوع 6 آیت 27)۔

آپ نے فرمایا کہ ہم ظالم کے ظلم کا جواب ظلم سے دے کر اس کے ظلم کو دفع نہیں کر سکتے بلکہ اسکے ساتھ نیکی اور بھلائی کر کے اس کے ظلم کو مغلوب کر سکتے ہیں۔

جب سیدنا عیسیٰ مسیح کو گرفتار کیا گیا تو آپ کے حواریوں نے اپنے آقا و مولا کی جان کی حفاظت کی خاطر تلوار کھینچی۔ ان میں سے ایک نے تلوار سے آپ کے ایک دشمن کا کان بھی اڑا دیا۔ آپ نے یہ دیکھ کر اپنے شاگردوں کو منع فرمایا اور زبان مبارک سے ارشاد کیا "اپنی تلوار کو میان میں کرو کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائینگے۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ میں اپنے پروردگار سے منت کر سکتا ہوں اور وہ بہتر ہزار فرشتوں سے زیادہ میرے پاس ابھی موجود کر دیں گے؟" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع 26 آیت 51) جس سے ظاہر ہے کہ گرفتاری کے نازک موقعہ پر بھی آپ نے اپنے کامل نمونے سے اپنی تعلیم پر عمل کر دکھایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ مدافعت اور مقابلہ کی قدرت رکھتے ہوئے بھی مظلوم کو ظلم کے طریقے استعمال نہیں کرنے چاہئیں بلکہ ظالم کے جور و جفا کی برداشت خاموشی، صبر اور محبت سے کرنی چاہیے۔ آپ نے حواریوں کو حکم دیا کہ خواہ وہ قطعاً حق بجانب ہوں تاہم ظلم کے وقت غیظ و غضب کا اظہار ہر گز نہ کریں اور رشتہ صبر و سکون ہاتھ سے نہ دیں اور انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے غصہ اور غضب کو مغلوب کر کے اپنے دشمن کے ساتھ نیکی اور محبت سے پیش آئیں۔

پس جناب مسیح نے لشکر کشی اور جنگ و جدال و قتال کرنے کی بجائے شریر کا مقابلہ نہ کیا۔ مدافعت اور مقابلہ کی قدرت رکھتے ہوئے آپ نے نہ تو خود تلوار کا استعمال کیا اور نہ کسی دوسرے کو کرنے دیا۔ آپ نے اپنی سی و سالہ زندگی میں کبھی کسی ایسی جمیعت کی تنظیم نہ فرمائی جو آپ کے ماتحت تلوار کے زور سے کسی سے جنگ کرے یا اپنی حفاظت کی خاطر یا اپنی جماعت کی حفاظت کی خاطر کسی دشمن کی مدافعت کرے۔ اس بات میں آپ دنیا کے تمام ناموروں سے ممتاز ہیں۔ دیگر مذاہب اور اقوام کے پیشوا تلوار کا استعمال کرتے رہے خواہ وہ جارحانہ غرض کی خاطر ہو یا مدافعانہ غرض کی خاطر، امام حسین نے بھی دشت کربلا میں تلوار کا استعمال کیا۔ لیکن جناب مسیح نے کوہ کلوری پر صرف روحانی زرہ بکتر لگائی (انجیل شریف خط انفسیوں رکوع 6 آیت 12) اور ابلیس کے منصوبوں کے مقابلے میں قائم رہے۔ آپ نے بدی کا مقابلہ نیکی سے کیا اور یوں شیطانی طاقتوں پر فتح حاصل کی۔

یہ ایک ایسا سبق ہے جو جناب مسیح نے کل دنیا کی مظلوم قوموں اور جماعتوں اور افراد کو سکھایا ہے۔ کربلا کا واقعہ ثابت کرتا ہے کہ جو تلوار چلاتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کئے جاتے ہیں خواہ تلوار جارحانہ غرض سے چلے یا خواہ مدافعانہ نیت سے چلائی جائے۔ امام حسین نے تلوار کا استعمال کیا اور آپ یزید کے سپاہیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس کے انتقام میں عبداللہ بن زبیر سلیمان اور مختار ثقفی نے ان یزیدی سپاہیوں کو جنہوں نے آپ

کے ساتھ جنگ کی تھی، چن چن کر قتل کر ڈالا۔ جناب مسیح کا اصول ایک قانونی فطرت ہے جس سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں رہ سکتا کیونکہ انتقام کے جذبہ کی فطرت میں یہ بات داخل ہے لیکن اگر ظالم کا مقابلہ نہ کیا جائے اور اس کے ظلم کے جواب میں اس سے نیکی کی جائے تو اس کا ظلم مستقل نہیں ہوتا بلکہ اس پر گویا ٹھنڈا پانی پڑ جاتا ہے اور ظلم فرو ہو جاتا ہے۔ ظالم کا دل جو پہلے پتھر تھا اب موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ خدا مظلوم کی نیکی کے ذریعہ ظالم کو نیک بنا دیتا ہے۔ کوئی زمانہ تھا جب مسیحیت کی اس تعلیم پر اعتراض کیا جاتا تھا۔ لیکن جب سے ہندوستان نے مہاتما گاندھی کی زیر سرکردگی اس بات کا خود تجربہ کر لیا ہے تب سے ہر مذہب اور ملت نے یہ امر تسلیم کر لیا ہے کہ زریں اصول یہی ہے کہ "شریر کا مقابلہ نہ کرنا جو کوئی تمہارے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دو۔ اپنے دشمن سے محبت کرو، جو تم سے عدوات رکھیں ان کا بھلا کرو اور جو تم پر لعنت کریں ان کے لیے برکت چاہو اور جو تمہاری بے عزتی کریں ان کے لئے دعا خیر مانگو۔"

چنانچہ لاہور کے مشہور اسلامی روزنامہ "زمیندار" نے ذیل کے الفاظ رقم کئے تھے "محموموں کے پاس ضبط اور انضباط کے ساتھ ایثار و قربانی کی متحدہ طاقت کا مظاہرہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے آگے بڑی سے بڑی جاہ و جلال اور غرور و نخوت والی حکومت گٹھن گٹھن دیتی ہے اور نیاز مندانه محکوموں کے آگے کھڑی ہو کر ان کی آرزوں کا پورا کرنا تخت و تاج کی بقاء کے لئے ضرور سمجھتی ہے۔" (17 نومبر 1929ء)

یہی وجہ ہے کہ جناب مسیح نے پکار کر فرمایا "اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے۔"

زخمِ ہا برداشیتیم و فتحِ ہاکرِ ویم نیک  
ہرگز از خون کے رنگین نہ شدو امان را

چہارم۔ دشتِ کربلا میں ایک طرف یزید کی فوج ہے اور دشمنوں کے پرے کے پرے کھڑے ہیں۔ کوہِ کلوری پر بھی ایک طرف قیصر روم کی فوج ہے اور دشمنوں کے جھنڈے کھڑے ہیں۔ لیکن جہاں ایک طرف کربلا میں امام حسین اپنے دو سو بارہ جان نثاروں اور اہل بیت کے ساتھ کھڑے ہیں وہاں دوسری طرف جناب مسیح اکیلے صلیب اٹھائے چلے آ رہے ہیں۔ کربلا اور کلوری دونوں جگہوں میں دشمنوں کے جگر خراش طعنے سنائی دیتے ہیں۔ اگر کربلا میں ایک قسی القلب دشمن کہتا ہے کہ تم تو رسول کی اولاد ہو کیوں تمہارے لئے آسمان سے پانی کا قطرہ نہیں ٹپکتا۔ تو کلوری سے بھی جناب مسیح کی آواز سنائی دیتی ہے کہ "میں پیاسا ہوں" جس کے جواب شقی القلب دشمن سر ہلا ہلا کر کہتے ہیں اس نے اوروں کو بچایا اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ لیکن کربلا سے ان طعنوں کے جواب میں دشمن کے حق میں دعا بد نکلتی ہے، کہ "یا اللہ اس کو پیاسا مار۔" روایت ہے کہ اس شخص پر تشنگی کا عذاب ہوا، اور اس کی یہ حالت ہو گی کہ جتنا پانی پیتا تھا اتنی پیاس اور بڑھتی تھی، اور العطش العطش کہتا مر گیا۔ لیکن کلوری کے پہاڑ سے طعنوں کے جواب میں جان کے پیاسے دشمنوں کے حق میں جناب مسیح کے منہ مبارک سے دعائے خیر نکلتی ہے "اے پروردگار ان کو معاف فرما دیجئے کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں۔" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت لوقا طیب رکوع 23 آیت 34)۔ صلیب پر آپ تائب چور کو تسلی دے کر فرماتے ہیں کہ "آج ہی تم میرے ساتھ فردوس بریں میں ہو گے" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت لوقا طیب رکوع 23 آیت 43) سخت دل رومی سپاہی جناب مسیح

کے وطیرہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اقرار کیا کہ بے شک آپ پروردگار کے محبوب ہیں۔ (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع 27 آیت 54)۔

امام صاحب کے نمونہ پر چل کے شیعہ حضرات چودہ سو سال سے آج تک دشمنانِ حسین پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یزید کا نام "یزید لعین، یزید پلید" پڑ گیا ہوا ہے۔ لیکن مسیحی جناب مسیح کے نمونہ پر چل کر ان لوگوں کو بھول کر بھی کبھی برا بھلا نہیں کہتے جو آپ کی موت کے ذمہ دار تھے۔

پنجم۔ دشتِ کربلا میں امام حسین کی موت ایک بہادر شجاع کی موت تھی جو دشمنوں کے نرغہ میں پھنسنے کے میدانِ جنگ میں بہادری اور شجاعت کے حیرت انگیز کارنامے کرتا ہوا مارا گیا۔ لیکن کوہِ کلوری پر جناب مسیح کی موت ایک حقیقی شہید کی موت تھی جنہوں نے اپنے اصولوں پر دلیرانہ قائم رہنے کی خاطر موت بلکہ صلیبی موت اختیار کی۔ آپ کی روحانی بادشاہت کی بنیاد جدال و قتال پر نہیں تھی بلکہ ایذا سہنے ایثار نفسی اور صلیب برداری پر مبنی تھی (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع 10 آیت 38، انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت مرقس رکوع 9 آیت 23)۔

ششم۔ جناب مسیح نے خود اپنی موت کو اختیار فرمایا تھا (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع 16 آیت 21، انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت مرقس رکوع 10 آیت 32 وغیرہ) لیکن امام حسین کی حالت میں کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے جن کی وجہ سے آپ مقتول ہو گئے۔ پس امام حسین کی موت ایک اتفاقیہ واقعہ تھا۔ اگر امام صاحب کو معلوم ہو جاتا کہ اہل کوفہ آپ کے ساتھ غداری کریں گے تو آپ یقیناً مکہ سے باہر قدم نہ رکھتے۔ یہ محض ایک سوئے اتفاق تھا کہ انہوں نے عزیز واقارب کے مشورہ دینے کے باوجود اہل کوفہ پر اعتماد کر لیا اور ان کے خطوط اور سفارتوں پر بھروسہ رکھ کر مکہ سے نکل پڑے اور کربلا میں دشمنوں نے ان کو گھیر کر ان کا کام تمام کر دیا اگر وہ کوفہ کی طرف نہ جاتے تو ان کی موت کا حادثہ پیش نہ آتا۔ لیکن جناب مسیح کی موت ایک اتفاقیہ امر نہ تھا۔ اہل یہود کے پیشواؤں نے آپ کو اس وجہ سے مصلوب کروایا کیونکہ آپ اپنے اصولوں پر ثابت قدم تھے اور ان سے ایک رتی بھر جنبش نہیں کرتے تھے۔ آپ کی موت کوئی اتفاقیہ امر نہیں تھی بلکہ وہ ایک ناگزیر امر تھا۔ ہاں اگر آپ اپنی جان بچانے کی خاطر اپنے اصولوں کو ترک کر دیتے تو آپ صلیبی موت سے بچ سکتے تھے۔ جس طرح آپ کے دشمن طعنہ دے کر کہتے تھے کہ اس نے اوروں کو تو بچایا لیکن اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ آپ نے اپنے آپ کو نہ بچایا کیونکہ آپ نے اپنے اصولوں کو نہ چھوڑا آپ نے سچ فرمایا تھا کہ "آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع 24 آیت 35) پس آپ کی جوان مرگ کوئی اتفاقیہ بات نہ تھی بلکہ یہ ایک ایسا امر تھا جس کا وقوع میں آنا ضروری اور لازمی اور لابدی تھا۔

ہفتم۔ جناب مسیح کی وفات لابدی اور ضروری امر تھا کیونکہ آپ کی صلیبی موت نے خدا کی بادشاہت کا دروازہ تمام جہان کے عاصیوں کے لئے کھول دیا (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت مرقس رکوع 14 آیت 22-25)۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میں اس لئے آیا ہوں کہ اپنی جان بہتروں کے بدلے فدیہ میں دوں" (انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی رکوع 20 آیت 28) کوہِ کلوری پر آپ کی صلیبی موت اور کل بنی نوع آدم کی نجات میں علت و معلول کا رشتہ ہے (انجیل شریف خطِ اہل رومیوں رکوع 5 آیت 6-10، انجیل شریف خطِ دوئم اہل کرنتھیوں رکوع 5 آیت 14، انجیل شریف خطِ اول حضرت پطرس رکوع 3 آیت 18) تمام بنی نوع انسان کا مستقبل واقعہ صلیب سے وابستہ ہے کیونکہ اس صلیب سے ایسی

طاقت اور قوت نکلتی ہے جو تمام شیطانی طاقتوں کو مغلوب کر دیتی ہے۔ مسیح مصلوب سے فضل اور توفیق حاصل کر کے ہر ملک قوم اور زمانہ کے کروڑوں گنہگار گناہ اور گناہ کی طاقت سے نجات اور رہائی پا کر خدا کے ساتھ از سر نو رفاقت حاصل کرتے ہیں اور اپنی زندگیاں اپنے ہم جنسوں کی خدمت کی خاطر وقف کر دیتے ہیں۔ حقیقت المسیح نے دنیا کی کاپلٹ دی ہے۔ تاریخ عالم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے، یعنی زمانہ قبل از مسیح اور زمانہ بعد از مسیح۔ لیکن دشتِ کربلا میں امام حسین کی موت کا بنی نوع انسان کی دائمی بہبودی اور روحانی عروج اور گناہوں سے مخلصی پانے کے ساتھ کسی قسم کا واسطہ نہ تھا۔ اہل یہود کے ایک نبی کے الفاظ کل دنیا کے شہدا میں سے صرف جناب مسیح کی موت پر ہی لفظ بلفظ صادق آتے ہیں "وہ مرد غمناک اور رنج کا آشنا تھا۔۔۔۔۔ اس کی تحقیر کی گئی اور ہم نے اس کی کچھ قدر نہ جانی پھر بھی اس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا۔۔۔۔۔ وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھائل کیا گیا اور ہماری بد کرداری کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے باعث اس پر سیاست ہوئی تاکہ اس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ سے پھر اپر پروردگار نے ہم سب کی بد کرداریاں اس پر لادیں۔ وہ بتایا گیا تو بھی اس نے برداشت کی اور منہ نہ کھولا جس طرح برہ جسے ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں اور جس طرح بھیڑ اپنے بال کترنے والے کے سامنے بے زبان ہے اسی طرح وہ خاموش رہا۔ وہ ظلم کر کے اور فتوے لگا کر اسے لے گئے پر اس کے زمانہ کے لوگوں میں کس نے خیال کیا کہ وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا؟ میرے لوگوں کی خطاؤں کے سبب اس پر مار پڑی حالانکہ اس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا تھا۔ اور اس کے منہ میں ہر گز چھل نہ تھا لیکن پروردگار کو پسند آیا کہ وہ قربان ہوں۔ اس نے اسے غمگین کیا۔۔۔۔۔ اس کی جان گناہ کی قربانی کے لئے گزرائی جائیگی۔۔۔۔۔ خدا کی مرضی اس کے ہاتھ سے پوری ہوگی اپنی جان کا دکھ اٹھا کر وہ اسے دیکھے گا اپنے ہی عرفان سے میرا صادق خادم بہتوں کو راستباز ٹھہرائیگا کیونکہ وہ ان کی بد کرداریاں خود اٹھالیگا۔۔۔۔۔ اس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی۔ اور وہ خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا تو بھی اس نے بہتوں کے گناہ اٹھائے اور خطاکاروں کی شفاعت کی۔" (کتاب مقدس صحائف انبیاء صحیفہ حضرت یسعیاہ ر کوع 53)۔

ہشتم۔ امام حسین کی موت کی یادگار ہر سال نوحہ اور ماتم کرنے سے کی جاتی ہے لیکن جناب مسیح کی صلیبی موت کی یادگاری شکر گزاری کے ساتھ کی جاتی ہے۔ جناب مسیح نے اپنی موت کی دائمی یادگار میں وہ رسم مقرر کی جس کو کلیسا نے "عشائے ربانی، پاک شراکت یا پاک شکر گزاری" کا نام دیا ہے۔ جناب مسیح کی موت کی یادگاری کے وقت تمام جہان کے مسیحی آہ فغان، نالہ اور زاری، نوحہ اور ماتم نہیں کرتے بلکہ جناب مسیح کی موت کی یاد کر کے پروردگار کا شکر بجالاتے ہیں اور اپنے مولا کی موت کی قربانی کے لئے اور اس فضل اور توفیق کے لئے جو آپ کی صلیبی موت سے ہم کو حاصل ہوتے ہیں پروردگار کا شکر کرتے ہیں اور آپ کی یادگاری سے اپنی روحوں کی تقویت اور تازگی پاتے ہیں اور پروردگار کے رحم پر جو جناب مسیح کے وسیلے ہوتا ہے زندہ ایمان رکھ کر جناب مسیح کی موت کو شکر گزاری کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔

نہم۔ امام حسین جب دشتِ کربلا میں مارے گئے تو ہر فرزند آدم کی طرح وہ سپرد خاک ہو گئے۔ اور روز حشر تک وہ سپرد خاک رہیں گے۔ لیکن جناب مسیح وفات کے بعد تیسرے روز مردوں میں سے جی اٹھے۔ آپ کی نظریاب قیامت دنیا جہان کے تمام افراد سے نرالی ہے۔ آفرینش عالم سے لے کر روز حشر تک بنی نوع انسان کے لئے یہ قاعدہ کلیہ ہے کل من علیہا فان۔ یعنی وجہ ربک ذوالجلال والا کرام کہ ہر فرد بشر جو مر گیا وہ مر گیا۔ اس قاعدہ کلیہ سے

سوائے جناب مسیح کے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہوا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ تمام مذاہب کے پیشوا انبیاء اور اولیا اور امام مر گئے لیکن مر کر دوبارہ زندہ نہ ہوئے صرف جناب مسیح ہی ایک ایسے بشر ہیں جو مر گئے اور مر کر دوبارہ زندہ ہو گئے۔

دوہم۔ چونکہ جناب مسیح زندہ ہیں اور ابدالآباد زندہ رہیں گے لہذا وہ نہ صرف منجی عالمین ہیں بلکہ شفیع المذنبین بھی ہیں۔ یہ امر ثبوت کا محتاج نہیں کہ جو شخص مر گیا اور مر کر سپرد خاک ہو چکا ہے وہ کسی زندہ کی مانند نہیں ہو سکتا خود قرآن میں لکھا کہ جس طرح نابینا اور بینا برابر نہیں اور اجالا اندھیرے کے برابر نہیں اسی طرح زندہ مردے کی برابر نہیں ہو سکتا۔ پس کل دنیا کے انبیائے عظام، اولیا کرام اور امام ہمام جناب مسیح کے برابر نہیں ہو سکتے۔

جو کہ رتبہ ہے اُس کو خدا سے ملا  
کسی اور نبی کو ملا ہی نہیں

وہ سب بحکم کل نفیس ذائقۃ الموت مر گئے لیکن مر کر دوبارہ زندہ نہ ہوئے۔ جناب مسیح ہی صرف ایک واحد ہستی ہیں اور یہ بظاہر ہے کہ صرف ایک زندہ ہستی ہی مدد کرنے پر قادر ہو سکتی ہے۔ پس جناب مسیح ہماری آزمائشوں کے وقت اپنے فضل کی توفیق سے امداد بہم پہنچا کر ہر گز گنہگار کی مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ گنہگاروں کے مددگار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "اے سب لوگو! جو گناہ کے بوجھ سے دبے ہوئے ہو میرے پاس آؤ میں تم کو آرام دوں گا"۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا شخص گناہگار کی مدد نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کے سوا کوئی دوسرا شخص ابدالآباد زندہ نہیں ہے۔ پس آسمان کے نیچے سوائے اسم اعظم جناب مسیح کے بنی نوع انسان کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلے سے نجات حاصل ہو سکے (انجیل شریف اعمال ارسل رکوع 4 آیت 12)۔ جو اشخاص آپ کے وسیلے سے خدا کے پاس آتے ہیں خدا ان کو پوری پوری نجات دے سکتا ہے کیونکہ وہ انکی شفاعت کے لیے ہمیشہ زندہ ہیں (انجیل شریف خطِ عبرانیوں رکوع 7 آیت 28)۔ ہر قوم، ملت، قبیلہ، ملک اور زمانہ کے لاتعداد انسانوں کا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ میں مسیح میں جو مجھے طاقت عطا فرماتے ہیں سب کچھ کر سکتا ہوں۔

## عشرہ کاملہ

ہم منجی عالمین کی پر جلال موت اور ظفریاب قیامت کے لیے خدائے واحد کا شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ اس کی عظمت، حشمت، سلطنت، قدرت اور اختیار اور جلال جیسا ازل سے ہے اب بھی ہو اور ابدالآباد رہے۔ آمین

نور الهدى